ڈاکٹر حنا صبا

استاد شعبہ اردو،گورنمنٹ ڈگری کالج برائے خواتین،ماڈل ٹاؤن لاہور

ٹالسٹائی کے ناول 'جنگ اور امن کے اردو تراجم

Dr. Hina Saba

Lecturer, Department of Urdu, Govt Degree College for Women, Model Twon Lahore.

Urdu Translation of Tolstoy's Novel of War and Peace

Tolstoy was a Russian writer who is regarded as one of the greatest authors of all time. He is best known for novels WAR AND PEACE (1869) and ANNA KARENINA (1877). War and Peace is regarded as a central work of world literature and one of the Tolstoy's finest literary achievements. In this article, the author has discussed the quality of the two famous translations of the novel War and Peace in Urdu.

Key words: *Russian, Writer, Regarded, Authors, Novels, Literature, Achievements, Discussed.*

عام طور پر ترجمہ نگاری کو تخلیق ادب کے دائرے سے باہر اور دوسرے درجے کے کاموں میں شمار کیا جاتا ہے لیکن اگر بغور دیکھا جائے تو کسی تخلیق کا ترجمہ کرنے سے اصل مقصد اس تخلیق کو ازسرنو پیش کرنا ہی تو ہوتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ ترجمہ کو تخلیق مکرّر "Recreation" بھی کہا گیا۔لہٰذا مترجم کا کام کسی تخلیق کو محض ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل کرنا ہی نہیں ہوتا بلکہ اس کے لیے ایک خاص مہارت کی ضرورت ہوتی ہے۔اسی بناء پر "Encyclopedia Americana" میں ترجمے کے عمل کو ایک فن قرار دیا گیا:

...."the art of rendering a work of one language into another(1)

تراجم کی اہمیت و افادیت شروع سے ہی مسلّم ہے، اسکی ایک بنیادی وجہ تو یہ ہے کہ دنیا کا ہر انسان کسی بھی نکتہ کو اپنی مادری زبان میں جس بہتر طریقے سے سمجھ سکتا ہے وہ کسی دوسری زبان میں ممکن نہیں خواہ وہ کتنی ہی زبانوں کا جاننے والا ہو۔اس حوالے سے دنیا بھر میں ترقی یافتہ اور کامیاب اقوام کی تاریخ بتاتی ہے کہ انھوں نے باہر سے درآمد کردہ ہر شعبہ سے اہم اور جدید افکار کو ، خواہ وہ ٹیکنالوجی اور سائنس سے تعلق رکھتے ہوں یا ادب اور فنونِ لطیفہ کے معاون ہوں، سب سے پہلے اپنی مادری زبان میں منتقل کیا اور پھر اپنی نئی نسل تک پہنچایا۔

اسی طرح ادبی تصانیف کے تراجم کی اپنی اہمیت ہے۔اس سے فکری اور ادبی ہر دو سطح پر شعور میں اضافہ ہوتا ہے۔نئے نظریات اور انوکھے خیالات سے واقفیت پیدا ہونے کے علاوہ دوسری تہذیبوں اور زبانوں کے مزاج سے بھی شناسائی ممکن ہو پاتی ہے اور یوں جغرافیائی فاصلوں کے باوجود پڑھنے والا خود کو ایک عالمی شہری محسوس کر سکتا ہے۔نیز فنی لحاظ سے تراجم کے ذریعے نہ صرف نت نئے اسالیب بیان سامنے آتے ہیں بلکہ زبان کی حدود میں بھی کسی قدر اضافہ ہوتا ہے اور سب سے بڑھ کر ادبی تراجم سے بالواسطہ طور پر تخلیقِ ادب کے عمل میں بھی تیزی اور نکھار آتا ہے۔

لیو ٹالسٹائی (۱۹۱۰۔۱۸۲۸) عظیم روسی ناول نگار تھا جس کے ناول WAR AND PEACE (جنگ اور امن) کو شہرتِ عام اور بقائے دوام نصیب ہوئی۔یہ ناول ۱۸۶۹ء میں تکمیل و اشاعت کے مراحل سے گزر کر منظرعام پر آیا۔اس ناول کے اردو میں کیے جانے والے دو تراجم قابلِ ذکر ہیں:

۱۔ مترجم"شاہد حمید"، عنوان"جنگ اور امن"،پولیمر پبلیکیشنز،اردو بازار،لاہور ۱۹۹۳ء

۲۔ مترجم "فیصل اعوان"،عنوان"جنگ اور امن"،فکشن ہائوس ،لاہور ۲۰۰۵ء

ٹالسٹائی نے اس ناول میں انیسویں صدی کے اوائل کی روسی زندگی کو فرد اور قوم دونوں کے حوالے سے اپنی تمام تر جزئیات کے ساتھ یوں پیش کیا ہے کہ بلا شبہ اس میں حقیقی زندگی کی حرارت محسوس ہوتی ہے اور جس طرح زندگی کی جہات کا شمار ممکن نہیں اسی طرح "جنگ اور امن" میں پیش کردہ سیاسی حکمت عملیاں، جنگی تفصیلات، ثقافتی مظاہر، عوام اور حکمرانوں کی محافل، طبقاتی کشمکش، ناچ گھر کی رونقیں، شکار کی سرگرمیاں، موسم کی تبدیلیاں، شہر، دیہات اور میدان جنگ کے نقشے، تاریخی و تخیلی شخصیات کا کردار، نئی اور پرانی نسل کی آویزش اور سب سے بڑھ کر ان تمام عوامل کے حوالے سے عوام و خواص کے جذبات کو اتنی مہارت سے بیان کیا گیا ہے کہ زندگی کا یہ تاثر پوری کتاب کو اول تا آخر پڑھنے سے ہی قائم ہو سکتا ہے۔

اردو میں "جنگ اور امن" جیسے پیچیدہ ناول کا ترجمہ کرنا کسی چیلنج سے کم نہیں تھا لیکن شاہد حمید نے انتہائی محنت اور محبت سے اس کام کا آغاز کیا اور نہ صرف ترجمہ کی فنی مشکلات سے نمٹنے کی کامیاب کوشش کی بلکہ شروع سے آخر تک ان میں مترجم کے ساتھ ساتھ ایک محقق کا مزاج بھی شامل رہا نیز ان کے وسعتِ مطالعہ اور خلوصِ نیت نے مل کر اس کارنامے کو سرانجام دیا۔ٹالسٹائی کے دیگر اردو تراجم کی طرح اگرچہ شاہد حمید نے بھی براہِ راست روسی زبان سے ترجمہ کرنے کی بجائے انگریزی تراجم کو پیش نظر رکھا لیکن اس کے باوجود الفاظ سے لیکر مجموعی تاثر تک تمام باریکیوں کو جس خوبی سے نبھایا گیا ہے اس کا اندازہ محض یہ ترجمہ پڑھ کر ہی ہوسکتا ہے۔۱۷۸۲صفحات پر مشتمل دو جلدوں میں یہ ترجمہ عرصہ سات سال میں مکمل ہوا آغاز میں ٹالسٹائی کی زندگی کے اہم واقعات اور تصانیف وغیرہ کا ذکر سنین وار درج کیا گیا ہے۔اس کے بعد ڈاکٹر سہیل

احمد خان کا مضمون "جنگ اورامن ___ ایک تعارف " شاملِ کتاب ہے۔ جس نہ صرف اس ناول کی عظمت کا ایک خاکہ سامنے آتا ہے بلکہ اس کے پسِ منظر اور پیش منظر کی جھلک بھی نظر آجاتی ہے۔

اس کے بعد مترجم نے " معروضات و تصریحات " کے عنوان سے اس ناول کے اصل متن کی تدوین کے تمام مراحل کا تفصیلی بیان اور اہم انگریزی تراجم کے تعارف کے علاوہ ترجمے کی مشکلات پر ایک مفید نوٹ بھی درج کیا ہے جس میں سے یہاں محض دو مشکلات کے بیان سے اس بات کا اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ٹالسٹائی کے اس شاہکار کوترجمہ درترجمہ کرتے ہوئے مترجم کو کس قسم کی الجھنوں کا سامنا کرنا پڑا ہوگا۔ان میں سے ایک روسی زبان کے حوالے سے اردو اور دوسری انگریزی تراجم کی بے بسی کو یوں ظاہر کرتی ہے:

"بعض اشغال(مثلاً تیراندازی) اور علوم کی یورپی اصطلاحات کے اردو مترادفات ملتے ہی نہیں اور اگر خود گھڑے جائیں تو کوئی انھیں سمجھے گا نہیں مجبوراً انھیں یا تو یوں کا توں لکھ دیا گیاہے اور تشریح حواشی میں کردی گئی ہے یا پھر وضاحتی فقروں سے کام چلایا گیا ہے۔۔۔

روسی میں سوالیہ یا ندائیہ جملے نہیں ہوتے ، صرف لہجے یا مفہوم سے پتا چلتا ہے کہ سوال پوچھا جارہا ہے یا محض سیدھی سادھی بات کہی جا رہی ہے ہمارے ہاں بھی بعض اوقات یہی انداز اختیار کیا جاتا ہے مثلاً "آپ آگئے؟" میں نے جنگ اور امن کے پانچوں انگریزی تراجم دیکھے ہیں اور اس قسم کے جملوں میں ان میں اکثر اختلاف پایا جاتا ہے۔کوئی انھیں سوالیہ ، کوئی ندائیہ اور کوئی بیانیہ بنا دیتا ہے۔" (۲)

چونکہ " جنگ اور امن" تاریخی ناول ہونے کی وجہ سے اپنے پسِ منظر کے بغیر صحیح طور پر سمجھا نہیں جاسکتا لہٰذا مترجم نے ابتدا ہی میں ٹالسٹائی سے پہلے کی روسی تاریخ کو مختصراً بیان کردیا ہے۔اس کے بعد روسی مذہب اور اس کی اہم رسومات، زار کے عہد حکومت میں ملنے والے اہم خطابات، اس دور کی روسی معاشرت کے اہم عناصر اور مصنف کی استعمال کردہ تقویم وغیرہ کے بارے میں گراں قدر معلومات درج کردی ہیں کیونکہ یہ سب عناصر ناول میں روح رواں کی طرح موجود ہیں جبکہ غیر ملکی قارئیں کیلئے ان میں سے بیشتر کو سمجھنا دشوار تھا لہٰذا اس تعارف سے بہت سی مشکلات ختم ہوجاتی ہیں۔اس کے بعد عسکریت، مذہب، موسیقی اور متفرقات کے ذیلی عنوانات کے تحت ایک مکمل فرہنگ شامل ہے جس میں ناول میں ان حوالوں سے آنے والے اہم الفاظ، اصطلاحات وغیرہ کے تفصیلی معانی بمعہ انگریزی مترادفات کے درج کر دیے ہیں۔

مترجم نے ایک اور مفید کام یہ بھی کیاکہ ویسے تو ناول میں سینکڑوں کردار موجود ہیں مگر ان میں سے نمایاں کرداروں کی ایک فہرست پیش کردی ہے ، جس میں ان کے نام ، آپس میں رشتے اور تعلق کی

وضاحت نیز خاندانی گروہ بندیوں کی بھی نشاندہی کر دی ہے جس کے بغیر اردو کا عام قاری اس ناول کو پڑھتے ہوئے شدید الجھن کا شکار ہو سکتا تھا۔

دونوں جلدوں میں انگریزی ترجمہ کی تقلید کرتے ہوئے شاہد حمید نے کہانی کے آغاز سے پہلے اہم واقعات کو سنین وار درج کردیا ہے جس سے کسی بھی واقعہ کو بآسانی ڈھونڈا جا سکتا ہے۔اس کے علاوہ متن کے حوالے سے مصنف کی قائم کردہ چار حصوں کی تقسیم روا رکھی یعنی دونوں جلدوں میں دو دو حصے شامل ہیں۔اس کے علاوہ کتاب کے آخر میں اس ناول کے حوالے سے ٹالسٹائی کی لکھی ہوئی چند باتیں بھی شامل کی ہیں۔اس کے علاوہ اس ترجمہ میں حواشی اور نقشہ جات کی اہمیت الگ ہے۔فٹ نوٹ اور بریکٹ کا استعمال پورے ناول میں گنتی کے مقامات پر ہوا ہے اور وہ بھی انتہائی ناگزیر صورت میں۔

"جنگ اور امن" کا ترجمہ کرتے ہوئے شاہد حمید نے شعوری اور غیر شعوری طور پر اردو زبان کی خدمت بھی کی ہے مثلاً نہ صرف بہت سے ایسے الفاظ کا استعمال کیا جن کی جگہ عموماً انگریزی الفاظ رائج ہو چکے تھے بلکہ اردو کے اپنے بہت سے کم برتے ہوئے الفاظ کو بھی دوبارہ متعارف کرایا۔ مثلاً "شعلوں کے پشتارے"[۳] اور "کڈھب خاموشی"[۴] جیسے الفاظ ایک طرف عام فہم ہونے کی وجہ سے مناسب معلوم ہوتے ہیں اور دوسری طرف پڑھنے والے کو اپنی زبان کی وسعت کا اندازہ بھی کراتے ہیں۔

مترجم نے شروع سے آخر تک ایسے بہت سے الفاظ استعمال کیے جن کے حوالے سے یہ ترجمہ ڈاکٹر مرزا حامد بیگ کی اس رائے کا عملی نمونہ معلوم ہوتا ہے :

"ترجمہ کرتے وقت جہاں نئے الفاظ استعاروں کے روپ میں جنم لیتے ہیں وہیں پرانے اور برتے گئے الفاظ کو آکسیجن مہیا ہوتی ہے۔"[۵]

ایک اصطلاح کا مقصد بھرپور معنویت اور مکمل اختصار ہوتا ہے۔اس حوالے سے بھی مترجم نے اس بات خاص خیال رکھا کہ ترجمہ کے بعد کسی اصطلاح کا اثر زائل نہ ہو۔اس کے علاوہ اگر کسی اصطلاح کا ترجمہ کرتے ہوئے اردو میں کوئی جامع لفظ نہ مل سکا تو فارسی اور عربی وغیرہ کے موزوں الفاظ استعمال کیے مثلاً فوج کے دائیں بائیں اور درمیانی حصوں کے لئے میمنہ، میسرہ اور قلب کی اصطلاحات استعمال کیں جو عربی الاصل ہونے کے باوجود ہمارے ہاں بھی کسی نہ کسی سطح پر رائج ہیں۔

تراکیب کے ضمن میں بھی مترجم کا انتخاب خاصا موزوں ہے لیکن محض چند ایک مقامات پر کسی آسان لفظ کو چھوڑ کر خواہ مخواہ معرب و مفرس تراکیب تراشی ہیں جو گراں گزرتی ہیں۔ مثلاً "Maude" نے اپنے انگریزی ترجمہ میں جسے "tacit agreement"[۶] لکھا ہے شاہد حمید نے اس کا ترجمہ "رضا بالسکوت"[۷] کیاہے۔حالانکہ اس کی بجائے "خاموش معاہدہ" خاصی بہتر ترکیب تھی۔

اردو ترجمہ کرتے ہوئے مقامی زبانوں کے الفاظ استعمال کرنے کو عموماً نامناسب سمجھا جاتا ہے لیکن شاہد حمید نے چند ایک مقامات پر ایسے الفاظ کو موقع محل کی مناسبت سے اس طرح استعمال کیا ہے کہ نہ صرف یہ کہ نامناسب محسوس نہیں ہوتے بلکہ کسی صورتحال کی صحیح عکاسی کرنے میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔مثلاً :

> "۔۔۔۔ میں اپنا کھیکھڑ ساتھ لے آئی ہوں۔ اس نے اپنا بیگ کھولتے اور حاضرین محفل پر عمومی نظر ڈالتے ہوئے کہا۔۔۔۔" (۸)

یہ فقرہ ناول میں ایک خاتون اپنے کشیدہ کاری کے سامان کے حوالے سے کہہ رہی ہے اگرچہ یہاں کام، دلچسپی، مصروفیت، شوق وغیرہ جیسے بہت سے الفاظ آسکتے تھے لیکن ان سے وہ تاثر پیدا نہیں ہوسکتا تھا جو پنجابی زبان کے اس لفظ "کھیکھڑ" سے ہوا ہے۔

انفرادی الفاظ کے علاوہ جملوں کی ساخت اور مجموعی تاثر کے حوالے سے بھی شاہد حمید نے ایک الگ پہچان قائم کی ہے۔مثال کے طور پر اردو میں طویل جملے لکھنے کی ایک عمدہ کوشش سے گویا اس روایت کا باقاعدہ آغاز کر دیا ہے اس حوالے سے یہ ایک جملہ دیکھا جا سکتا ہے :

> "ہم غلط طور پر جو یہ تصور کر لیتے ہیں کہ واقعے کا سبب وہ حکم ہوتا ہے جو اسکے وقوع پذیر ہونے سے پیشتر دیا جاتا ہے، تو اسکی وجہ یہ ہے کہ جب کوئی واقعہ ظہور پذیر ہو جاتا ہے تو ہم ان ہزاروں احکام میں سے، جو واقعے سے پیشتر جاری ہوتے ہیں، چند ایک کو جو واقعات سے مطابقت رکھتے ہیں اور جن پر عمل ہو چکا ہوتا ہے، اپنی توجہ کا مرکز بنا لیتے ہیں اور دوسروں کو جن پر عمل نہیں ہو پاتا، کیونکہ ان پر عمل ہو ہی نہیں سکتا تھا فراموش کر دیتے ہیں۔" (۹)

نیز مندرجہ بالا مثال سے اس بات کا اندازہ بھی کیا جا سکتا ہے کہ مترجم نے تاریخ کے اُلجھے ہوئے نظریات کا ترجمہ کس خوبی سے کیاہے۔

اسلوب کے حوالے سے بھی شاہد حمید نے نہ صرف ایک اجنبی زبان کی تصنیف کو ترجمہ در ترجمہ کرتے ہوئے اصل سے دور ہونے سے ہر ممکن طور پر بچایاہے بلکہ متنوع اسالیب کے فرق کو بھی بہت مہارت سے نبھایا ہے۔مثلاً ناول میں چند مقامات پر جہاں فوج کے جوانوں کی آپس میں بے تکلف گفتگو ہوتی ہے تو مترجم نے اسے سپاٹ نہیں ہونے دیا اور چونکہ ناول میں اس بات کا بکثرت تذکرہ ہوا ہے کہ فوج میں روسیوں کے علاوہ دیگر اقوام سے بھی جوان بھرتی ہے نیز خود روس میں بھی علاقائی تفرق کی وجہ سے ان کی زبان لازمی طور پر ایک دوسرے سے مختلف تھی۔لہٰذا لب و لہجہ ، تلفظ ، ادائیگی ، انتخاب الفاظ اور ذہنی سطح وغیرہ کے فرق کو مترجم نے بہت خوبی کے ساتھ نبھایا ہے۔مثلاً یہ ٹکڑا دیکھا جا سکتا ہے:

"مختلف سپاہی آپس میں جو باتیں کر رہے تھے ان کی گونج چاروں اطراف سنائی دے رہی تھی۔"

"کچھ سنا کہ کوتوزوف کانا ہے ؟"

"بالکل درست ہے کانا ہی نہیں پورا اندھا ہے۔"

"نہیں بھائی، اسکی بینائی تمھاری بینائی سے زیادہ تیز ہے۔ بوٹ، ٹانگوں کی پٹیاں۔۔۔ سالے کی نظروں سے کچھ بھی نہیں بچا"

"یار، جب اس نے میرے پائوں کی طرف دیکھا۔۔ میرے جی میں آیا۔۔"

"اور اس کے ساتھ جو آسٹروی آیا تھا، سالا، یوں دکھائی دیوے تھا جیسے کسی نے اس کے بدن پر چاک رگڑ دیا ہو، بالکل آٹے کی طرح چٹا تھا ! میں شرط لگاتا ہوں کہ جیسے ہم اپنی بندوقیں چمکا وے ہیں ، وہ رگڑ رگڑ کر اپنے بدن چمکاوے ہے۔"

"بھیا فیدیشو! اس نے یہ نہیں بتایا کہ جنگ کب شروع ہووے ہے ؟ سنا ہے کہ بوانا پارت آپے برونوو پہنچ گیا ہے۔"

"یہ کوارٹر ماسٹر نرے گائودی ہیں! ان کی کرنیاں دیکھو، پانچویں کمپنی گائوں میں پہنچ بھی گئی ہے۔ جب تک ہم وہاں پہنچیں گے، وہ اپنا کھانا وانا پکا بھی چکے ہوں گے۔"

"کتے کے پلے ، ہمیں کوئی رس وس ہی کھلا دو"

"تم نے کل مجھے تمباکو دیا تھا؟ بالکل نہیں، خیر، بریشم قلندر۔۔۔ ہم تمھاری طرح تھڑدلے تھوڑے ہیں ، یہ لو اور موج کرو !" (۱۰)

شاہد حمید نے بعض مقامات پر ترجمہ کرتے ہوئے اردو کے محاوروں کا بہت موزوں استعمال کیا ہے اور عموماً یہ انگریزی ترجمہ میں موجود کسی محاورے کے مدمقابل نہیں کیا گیا بلکہ عبارت کے مفہوم کو مد نظر رکھتے ہوئے اردو ترجمہ میں محاورے کا استعمال مناسب ہی نہیں ، مجموعی تاثر کی منتقلی کے لئے ناگزیر بھی ہو گیا تھا۔ مثلاً اس ناول میں ایک خط کی تحریر کو Maude نے یوں ترجمہ کیا :

"Your son bids fair to bcome an officer distinguished by his industry, firmness and expedition. I consider myself fortunate to have such a subordinate by me." (۱۱)

اور شاہد حمید نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے :

"آپ کے صاحبزادے نے اپنی قابلیت ، محنت شاقہ اور مضبوطی کردار کے ذریعے یہ ثابت کر دکھایا ہے کہ ہونہار بروے کے چکنے چکنے پات ، وہ لازماً زبردست ترقی کرے گا اور ممتاز افسر بنے گا۔ یہ میری خوش نصیبی ہے کہ مجھے ایسا ماتحت ملا ہے۔"(۱۲)

ناول میں جہاں کہیں کوئی شعری حصہ آیا۔مترجم نے اسے سیدھے سادھے نثری انداز میں ترجمہ کیا ہے کیونکہ بصورت دیگر وزن کے لئے منتخب الفاظ سے مفہوم متاثر ہو سکتا تھا اور ویسے بھی یہ کسی شاعری کی کتاب کا نہیں بلکہ ناول میں موجود شعری ٹکڑوں کا ترجمہ تھا۔لہٰذا ضرورت محض مفہوم کو مکمل طور پر منتقل کرنے کی تھی۔مثال کے طور پر یہ شعری حصہ دیکھا جا سکتا ہے جسے Maude نے پابند نظم کے طور پر یوں ترجمہ کیا :

Bring glory then to Alexander`s reign
And on the throne our Titus shield .
A dreaded foe be thou, kindearted as a man ,
A Rhipheus at home, a Ceasar in the field!
E,en fortunate Napoleon
Knows by experience, now, Bagration,
And dare not Herculean Russians trouble..... " (۱۳)

جب کہ شاہد حمید نے اسے نثری انداز میں ترجمہ کیا ہے ، تاہم مصرعوں کی تقسیم کو قائم رکھا ہے یعنی پیراگراف کی بجائے ایک ایک لائن کا ترجمہ کیا ہے :

"تم الیکساندر کے عہد حکومت کی شان و شکوہ ہو،
تم ہمارے ٹائی ٹس کے تخت کے محافظ ہو!
تم تند خو سپاہی ہو لیکن شفیق و مہربان سردار
میدان جنگ میں تم سیزر ہو لیکن گھر میں رھفی اس
متکبر نپولین بھی سمجھ گیا ہے کہ تم کون ہو
اب اس میں اتنی جرات نہیں کہ وہ تمھارے لشکر کے ساتھ ٹکر لے
باگراتیاں ،کوئی نہیں جو تمھیں ہرا سکے۔" (۱۴)

شاہد حمید کے اس ترجمہ کو تمام ناقدین نے بہت سراہا ہے۔اس حوالے سے شمیم حنفی کی رائے اس ترجمہ کی سب سے اہم خوبی کی طرف یوں اشارہ کرتی ہے :

"مجھے اس ترجمے کی سب سے بڑی خوبی یہ نظر آئی ہے کہ اس پر کہیں طبعزاد ہونے کا گمان نہیں ہوتا۔ایک نامانوس جمالیاتی، لسانی، تہذیبی مزاج رکھنے والی زبان کے کسی فن پارے کو اپنی زبان میں اس طرح منتقل کر لینا کہ وہ اپنی زبان کے مزاج سے گھل مل جائے ، میرا خیال ہے کسی بھی طرح مناسب نہیں ہو گا۔ترجمے کو بہرحال ترجمہ نظر آنا چاہیے۔" (۱۵)

خود اپنے اس ترجمہ کے حوالے سے شاہد حمید یوں لکھتے ہیں کہ :

"اپنی جانب سے میں نے کوئی تحریف نہیں کی (صرف بعض مقامات پر جہاں مناسب الفاظ نہیں ملے، تشریحی جملوں میں ترجمہ کر دیا ہے)، نہ کوئی چیز ایزاد کی ہے اور نہ عمداً کوئی جملہ یا عبارت چھوڑی ہے ، میں اسکا ابلاغ کر سکا ہوں یا نہیں ، یہ الگ بات ہے۔مجھے اپنی کوتاہیوں کا احساس ہے اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ میرا ترجمہ کوئی مثالی ترجمہ نہیں۔قارئین غلطیاں تلاش کرنا چاہیں ایک نہیں شاید کئی مل جائیں۔غالباً یہ زبان و بیان کی خامیوں سے بھی مبرا نہیں۔یہ ترجمہ مجھ سے کسی زیادہ باصلاحیت شخص کو کرنا چاہیے تھا۔میں نے اس اوکھلی میں سراس لئے دیا کیونکہ سوا سو سال گزرنے کے باوجود اردو اس عظیم فن پارے سے محروم تھی۔" (۱۶)

مترجم کے اس بیان پر نیز ان کے خلوص نیت کو سراہتے ہوئے پروین افشاں رائو اپنے مضمون " جنگ اور امن کا ترجمہ نگار۔۔شاہد حمید"میں لکھتی ہیں :

"ایسی کسر نفسی برتنے والا انگریزی ادب کا استاد وہ شخص ہے جس نے اپنی زندگی کے سات بہترین سال "وار اینڈ پیس "کو اردو قالب "جنگ اورامن " میں ڈھالنے پر صرف کیے۔ذاتی تعلقات پر پبلشروں کو کتاب شایع کرنے پر رضامند کیا (ایک پبلشر نے اسے شایع کرنے سے انکار کر دیا تھا۔شاید مالی نقصان کے احتمال سے) شاہد حمید صاحب نے اس کتاب کی محنت کا معاوضہ بھی طلب نہیں کیا۔صرف اس خوشی کی دولت پر انحصار کیا جو اس اہم کتاب کے اردو زبان میں شایع ہو کر منظرعام پر آنے سے ملنے والی تھی۔" (۱۷)

اور یہی وہ خصوصیات ہے جو ایک اچھے مترجم میں لازمی طورپر موجود ہوتی ہے یعنی ذاتی شہرت اور مالی مفاد سے قطع نظر خالصتاً ادبی خدمت کا جذبہ۔اسی مضمون میں آگے چل کر پروین افشاں رائونے اس ترجمہ کی ایک اور خوبی کی طرف اشارہ کیا ہے کہ عام مترجمین کے برعکس ، جو ترجمہ نگاری کے ساتھ ساتھ تلخیص نگاری کا کام بھی کر دیتے ہیں۔شاہد حمید نے اس کتاب کو مکمل طور پر ترجمہ کیا ہے۔

"ترجمہ اصل متن کو بعینہ اپنی زبان میں منتقل کرنے کا نام ہے۔اس میں ترجمہ نگار کسی قسم کی چھیڑ چھاڑ نہیں کر سکتا اور اگر کرے گا تو وہ تحریف کا مرتکب ہو گا۔"(۱۸)

مجموعی طور پر اس ترجمہ کے حوالے سے کہا جاسکتا ہے کہ اگر اردو میں کسی مترجم نے ٹالسٹائی کی تصنیف کے ترجمہ کا حق ادا کیا ہے تو وہ شاہد حمید ہیں۔اگرچہ ترجمہ در ترجمہ کی مشکلات اور دیگر کمزوریاں جن کا اعتراف مترجم نے خود کیا ہے ، کے باوجود اسے بلا شبہ ٹالسٹائی کا بہترین اردو ترجمہ قرار دیا جا سکتا ہے۔

" جنگ اور امن " کا دوسرا اردو ترجمہ " فیصل اعوان " نے کیا۔۱۴۸۳ صفحات پر مشتمل ایک جلد میں کیا گیا یہ ترجمہ سنہ ۲۰۰۵ء میں منظرعام پر آیا۔آغاز میں " ٹالسٹائی '' کے عنوان سے بہت مختصر انداز میں حیاتِ ٹالسٹائی کے چند ایک واقعات ، پیدائش اور وفات کی تاریخیں ، اہم تصانیف کے نام و سن اشاعت وغیرہ کا تذکرہ کیا ہے۔اس کے بعد اہم کرداروں کے ناموں کی فہرست دینے کے بعد براہِ راست متن کا ترجمہ شروع ہو جاتا ہے۔جسے اس ناول کے انگریزی تراجم کے مطابق پندرہ " ۱۵" حصوں میں تقسیم کیا ہے نیز آخر میں " ضمیمہ " شامل ہے جسے سولھواں حصہ کہا جا سکتا ہے۔اس ترجمہ کی سب سے بڑی خامی یہ ہے کہ اس میں حواشی درج نہیں کیے گئے، جس کے بغیر عام قارئین تو درکنار سکالرز کیلئے بھی بہت سی باتوں کو سمجھنا ممکن نہیں رہتا۔ غالباً اس ترجمہ کی غایت محض کہانی کی دلچسپی کیلئے پڑھنے والوں کیلئے ایک قصہ کی پیش کش ہے۔

مترجم کے مطابق یہ ترجمہ "Garnette" کے انگریزی ترجمہ کو مدنظر رکھ کر کیا گیا ہے۔(۱۹) لیکن قابل توجہ امر یہ ہے کہ ماہرین اس بات پر متفق ہیں کہ گارنیٹ کے کئے ہوئے ترجمہ میں بے شمار کوتاہیاں موجود ہیں۔

اگر اس ترجمہ کا موازنہ شاہد حمید کے ترجمہ سے کیا جائے تو اس کیلئے محض ایک مثال سے ہی وضاحت ہوجاتی ہے۔ناول کے پہلے پیراگراف سے لیا گیا یہ فقرہ ایک مستند انگریزی ترجمہ میں یوں موجود ہے :

....."sit down and tell me all the news." (۲۰)

شاہد حمید نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے :

"---بیٹھو ، مجھے اس بارے میں سب کچھ بتاؤ۔"(۲۱)

جب کہ فیصل اعوان نے اس کا ترجمہ یوں کیا :

"---بیٹھ جاؤ اور مجھ سے گفتگو کرو۔"(۲۲)

یہاں یہ بات واضح ہے کہ کسی سے استفسار کرنے میں اور محض بات کرنے میں بہت فرق ہے جسے ترجمہ کرتے ہوئے کسی بھی صورت نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

اسمائے اشخاص کے حوالے سے بھی اس ترجمہ میں غلطیاں نظر آتی ہیں۔ مثلاً "Helen" کو "ہیلن" کی بجائے "ایلین" لکھا گیا ہے۔ اس کے علاوہ "Pierre" کا ترجمہ "پیئر" ہونا چاہیے جب کہ مترجم نے اسے "پیری" بنا دیا ہے جس سے یہ کسی خاتون کا نام معلوم ہوتا ہے حالانکہ یہ ناول کے ایک مرد کردار کا نام ہے۔

اس ترجمہ میں چند جملے ایسے ہیں جو اپنی ساخت میں ادھورے معلوم ہوتے ہیں اگرچہ ان کے بارے میں یہ قیاس بھی کیا جا سکتا ہے کہ یہ پروف ریڈنگ کی غلطی ہو لیکن بہرحال ایسے جملے تاثر کو مجروح کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر:

"نووسلت زوف کے مراسلے بارے کیا فیصلہ ہوا ہے۔"(۲۳)

اس کی بجائے اس جملے کی ساخت یوں ہونی چاہیے تھی:

نووسلت زوف کے مراسلے کے بارے میں کیا فیصلہ ہوا ہے۔

لیکن چند ایک مقامات پر "فیصل اعوان" کے انتخاب الفاظ "شاہد حمید" سے بھی بہتر نظر آتے ہیں۔ مثلاً شاہد حمید نے ایک جگہ "چہار شنبہ"(۲۴) کا لفظ استعمال کیا جو فارسی ہونے کے علاوہ اردو والوں کے لئے بہت حد تک اجنبی ہے۔ جبکہ فیصل اعوان نے اس موقع پر عام مروج لفظ "بدھ"(۲۵) ہی ترجمہ کیا۔

تکمیلیت کے نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو فیصل اعوان کا ترجمہ چند جگہوں سے نامکمل دکھائی دیتا ہے۔ کہانی کے بعض مقامات کے علاوہ ناول کے آخر میں جو تاریخی مباحث اسکا ایک حصہ ہیں، انھیں بہت مختصراً شامل کیا گیا ہے۔

چونکہ ٹالسٹائی کا ناول "جنگ اور امن" ایک کلاسیک کا درجہ رکھتا ہے لہٰذا اس کے تراجم کو "مظفر علی سید" کی اس رائے کی روشنی میں دیکھا جا سکتا ہے کہ:

"۔۔۔مختلف ادوار ادب میں ایک ہی کلاسیکی کارنامے سے بار بار نئے ترجمے نمودار ہوتے ہیں۔ بلکہ کلاسیک تو کہتے ہی اس کارنامے کو ہیں جس کے ترجمے کی بار بار ضرورت پڑے اور جیسے کوئی بھی شہاب ثاقب حتمی اور آخری نہیں ہوتا۔ اسی طرح کسی بھی ترجمے کو حرف آخر نہیں کہا جا سکتا، ان ترجموں کو بھی نہیں جن کو اپنے زمانے میں تخلیق تک سے بہتر کیا گیا ہو۔

مارسل پروست نے اپنے عہد آفریں ناول "گم شدہ وقت کی تلاش" کے انگریزی ترجمے کو اصل فرانسیسی سے فزوں تر کہا تھا لیکن نصف صدی کے بعد اس کا نئے سرے سے ترجمہ کرنا ضروری محسوس ہوا۔" (۲۶)

لہٰذا اس نظریے سے دیکھا جائے تو فیصل اعوان کا ترجمہ اپنی خامیوں کے باوجود نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

حوالہ جات

۱- Warren Dileo and others, editors, Encyclopedia Americana, Vol.27, Denbury U.S.A., Grolier incorporated, 1992, P. 12

۲ـ جنگ اور امن از لیو طالسطائی، مترجم شاہد حمید، پولیمر پبلیکیشنز اردو بازار، لاہور، ۳۹۹۱ء، جلد اول، ص۷۲ـ۸۲

۳ـ ایضاً، جلد دوم، ص۷۴۳۱

۴ـ ایضاً، جلد دوم، ص۷۵۳۱

۵ـ ڈاکٹر مرزا حامد بیگ، مغرب سے نثری تراجم، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۸۸۹۱ء، ص۶۱

۶- War and peace by Leo Tolstoy, tr. by Maude, second edition, ed. by George Gibian, W.W. Norton and Company, New York, 1996, P. 1052

۷ـ جنگ اور امن از لیو طالسطائی، مترجم شاہد حمید، پولیمر پبلیکیشنز اردو بازار، لاہور، ۳۹۹۱ء، جلد اول، ص۴۹۶۱ء

۸ـ ایضاً، جلد اول، ص۹۶

۹ـ ایضاً، جلد دوم، ص۱۰۷۱

۰۱ـ ایضاً، جلد دوم، ص۹۱۲

۱۱- War and peace by Leo Tolstoy, tr. by Maude, second edition, ed. by George Gibian, W.W. Norton and Company, New York, 1996, P. 106

۲۱ـ جنگ اور امن از لیو طالسطائی، مترجم شاہد حمید، پولیمر پبلیکیشنز اردو بازار، لاہور، ۳۹۹۱ء، جلد اول، ص۴۹۶۱ء

۱۳- War and peace by Leo Tolstoy, tr. by Maude, second edition, ed. by George Gibian, W.W. Norton and Company, New York, 1996, P. 1052

۴۱ـ جنگ اور امن از لیو طالسطائی، مترجم شاہد حمید، پولیمر پبلیکیشنز اردو بازار، لاہور، ۳۹۹۱ء، جلد اول، ص۴۹۶۱

۵۱ـ شمیم حنفی "تبصرے" مشمولہ رسالہ جامعہ۔ نئی دہلی، لبرٹی آرٹ پریس، ۵۹۹۱ء، ص۷۰۳

۶۱ـ شاہد حمید، "ترجمے کی مشکلات" مشمولہ "جنگ اور امن" از لیو طالسطائی، مترجم شاہد حمید، پولیمر پبلیکیشنز اردو بازار، لاہور، ۳۹۹۱ء، جلد اول، ص ۹۲

۷۱۔ پروین افشاں راؤ، "جنگ اور امن کا ترجمہ نگار۔۔ شاہد حمید" مشمولہ تجزیہ (تنقیدی مضامین)، امیج میکرز، آئی آئی چندریگر روڈ، کراچی، ۹۹۹۱ء، ص ۵۶

۸۱۔ شاہد حمید کا لیکچر بعنوان "ترجمہ اور اس کے مسائل، بمقام گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور، مورخہ ۲۱، اپریل ۵۰۰۲ء

۹۱۔ جنگ اور امن از لیو ٹالسٹائی، مترجم فیصل اعوان، فکشن ہاؤس، لاہور، ۵۰۰۲ء، ص ۲

۲۰- War and peace by Leo Tolstoy, tr. by Maude, second edition, ed. by George Gibian, W.W. Norton and Company, New York, 1996, P. 1052

۱۲۔ جنگ اور امن از لیو طالسطائی، مترجم شاہد حمید، پولیمر پبلیکیشنز اردو بازار، لاہور، ۳۹۹۱ء، جلد اول، ص ۱۶

۲۲۔ جنگ اور امن از لیو ٹالسٹائی، مترجم فیصل اعوان، فکشن ہاؤس، لاہور، ۵۰۰۲ء، ص ۸

۳۲۔ جنگ اور امن از لیو ٹالسٹائی، مترجم فیصل اعوان، فکشن ہاؤس، لاہور، ۵۰۰۲ء، ص ۹

۴۲۔ جنگ اور امن از لیو طالسطائی، مترجم شاہد حمید، پولیمر پبلیکیشنز اردو بازار، لاہور، ۳۹۹۱ء، جلد اول، ص ۲۶

۵۲۔ جنگ اور امن از لیو ٹالسٹائی، مترجم فیصل اعوان، فکشن ہاؤس، لاہور، ۵۰۰۲ء، ص ۹

۶۲۔ مظفر علی سید "فن ترجمہ کے اصولی مباحث، مشمولہ "اردو زبان میں ترجمے کے مسائل، روداد سیمینار"، مرتبہ اعجاز راہی، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۶۸۹۱ء، ص ۵۳